

# تفہیم القرآن

## الفیل

نام | پہلی ہی آیت کے لفظ اصحاب الفیل سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول | یہ سورۃ بالاتفاق مکی ہے۔ اور اس کے تاریخی پس منظر کو اگر نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کا نزول مکہ معظمہ کے بھی ابتدائی دور میں ہوا ہوگا۔

تاریخی پس منظر | اس سے پہلے تفسیر سورۃ بروج حاشیہ ۴ میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ نجران میں یمن کے یہودی فرمانروا ذونواس نے پیروان مسیح علیہ السلام پر جو ظلم کیا تھا اس کا بدلہ لینے کے لیے حبش کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کر کے جمہیری حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور ۵۲۵ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ یہ ساری کارروائی دراصل قسطنطنیہ کی رومی سلطنت اور حبش کی حکومت کے باہمی تعاون سے ہوئی تھی، کیونکہ حبشیوں کے پاس اس زمانے میں کوئی قابل ذکر بحری بیڑا نہ تھا۔ بیڑا رومیوں نے فراہم کیا اور حبش نے اپنی، ہزار ہوں اسی کے ذریعہ سے یمن کے ساحل پر اتاری۔ آگے کے معاملات سمجھنے کے لیے یہ بات ابتدا ہی میں جان لینا چاہیے کہ یہ سب کچھ محض مذہبی جذبے سے نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے پیچھے معاشی و سیاسی اغراض بھی کام کر رہی تھیں، بلکہ غالباً وہی اس کی اصل محرک تھیں اور عیسائی مظلومین کے خون کا انتقام ایک بہانے سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ رومی سلطنت جب سے مصر و شام پر قابض ہوئی تھی اسی وقت سے اس کی یہ کوشش تھی کہ مشرقی افریقہ، ہندوستان، انڈونیشیا وغیرہ ممالک اور رومی مقبوضات کے درمیان جس تجارت پر عرب صدیوں سے قابض چلے آ رہے تھے، اسے عربوں کے قبضے سے نکال کر وہ خود اپنے قبضے میں لے لے تاکہ اس کے منافع پورے

کے پورے اسی کو حاصل ہوں اور عرب تاجروں کا واسطہ درمیان سے ہٹ جائے اس مقصد کے لیے ۲۴ یا ۲۵ قبل مسیح میں قبصر آگسٹس نے ایک بڑی فوج رومی جنرل ایلینس گالون (AELIUS GALLUS) کی قیادت میں عرب کے مغربی ساحل پر تاروی تھی تاکہ وہ اُس بڑی راستے پر قابض ہو جائے جو جنوبی عرب سے شام کی طرف جاتا تھا۔ (اس شاہراہ کا نقشہ ہم نے تفسیر القرآن، جلد دوم میں صفحہ ۱۲۲ پر درج کیا ہے)۔ لیکن عرب کے شدید جغرافیائی حالات نے اس مہم کو ناکام کر دیا۔ اس کے بعد رومی اپنا جنگی بیڑہ بحر احمر میں لے آئے اور انہوں نے عربوں کی اُس تجارت کو ختم کر دیا جو وہ سمندر کے راستے کرتے تھے، اور صرف بڑی راستہ اُن کے لیے باقی رہ گیا۔ اسی بڑی راستے کو قبضے میں لینے کے لیے انہوں نے حبش کی عیسائی حکومت سے گٹھ جوڑ کیا اور بحری بیڑے سے اُس کی مدد کر کے اُس کو یمن پر قابض کر دیا۔

یمن پر حبشی فوج حملہ آور ہوئی تھی اس کے متعلق عرب مؤرخین کے بیانات مختلف ہیں حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وہ دو امیروں کی قیادت میں تھے، ایک اریاط، دوسرا اترہبہ۔ اور محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ اس فوج کا امیر اریاط تھا، اور اترہبہ اس میں شامل تھا۔ پھر دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ابرہہ اور اریاط باہم لڑ پڑے، مقابلے میں اریاط مارا گیا، ابرہہ ملک پر قابض ہو گیا اور پھر اُس نے شاہ حبش کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اُس کو یمن پر اپنا نائب مقرر کر دے۔ اس کے برعکس یونانی اور سمرانی مؤرخین کا بیان ہے کہ فتح یمن کے بعد حبش حبشیوں نے فراہمت کرنے والے مینی سرداروں کو ایک ایک کر کے قتل کرنا شروع کر دیا تو اُن میں سے ایک سردار اِسْمِیْنِعِ اَشْوَعِ جسے یونانی مؤرخین (ESYMPHAEUS) لکھتے ہیں، نے حبشیوں کی اطاعت قبول کر کے اور جزیرہ ادا کرنے کا عہد کر کے شاہ حبش سے یمن کی گورنری کا پروانہ حاصل کر لیا۔ لیکن حبشی فوج نے اُس کے خلاف بغاوت کر دی اور ابرہہ کو اس کی جگہ گورنر بنا دیا۔ شخص حبش کی بندرگاہ ادولیس کے ایک یونانی تاجر کا غلام تھا جو اپنی ہوشیاری سے یمن پر قبضہ کرنے والی حبشی فوج میں بڑا اثر و رسوخ حاصل کر گیا تھا۔ شاہ حبش نے اس کی سرکوبی کے لیے جو فوجیں بھیجیں وہ یا اس سے مل گئیں یا اس نے ان کو شکست دیدی۔ آخر کار شاہ حبش کے مرنے کے بعد اُس کے جانشین نے اس کو یمن پر اپنا نائب السلطنت تسلیم کر لیا۔ یونانی مؤرخین اس کو ابراہس

ABRAMES اور سربانی مؤرخین ابراہام ABRAHAM لکھتے ہیں۔ ابرہہ غالباً اسی کا حبشی تلفظ ہے۔

یہ شخص رفتہ رفتہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا، مگر برائے نام اس نے شاہ حبش کی بالادستی تسلیم کر رکھی تھی اور اپنے آپ کو منقوض الملک دنا تب شاہ لکھتا تھا۔ اُس نے جو اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا اُس کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ جب ۵۲۳ء میں وہ سدبارب کی مہمت سے فارغ ہوا تو اس نے ایک عظیم الشان جشن منایا جس میں قیصر روم، شاہ ایران، شاہ حیرہ اور شاہ غسان کے سفراء شریک ہوتے۔ اس کا مفصل تذکرہ اُس کتبے میں درج ہے جو ابرہہ نے سدبارب پر لگایا تھا۔ یہ کتبہ آج بھی موجود ہے اور گلینر (GLASER) نے اس کو نقل کیا ہے و فرید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرآن، جلد چہارم، تفسیر سورہ سبا، حاشیہ ۱۳۷۔

یمن میں پوری طرح اپنا اقتدار مضبوط کر لینے کے بعد ابرہہ نے اُس مقصد کے لیے کام شروع کر دیا جو اس مہم کی ابتدا سے رومی سلطنت اور اُس کے حلیف حبشی عیسائیوں کے پیش نظر تھا، یعنی ایک طرف عرب میں عیسائیت پھیلانا اور دوسری طرف اُس تجارت پر قبضہ کرنا جو بلاد مشرق اور رومی مقبوضات کے درمیان عربوں کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ یہ ضرورت اس بنا پر اور بڑھ گئی تھی کہ ایران کی ساسانی سلطنت کے ساتھ روم کی کشمکش اقتدار نے بلاد مشرق سے رومی تجارت کے دوسرے تمام راستے بند کر دیئے تھے۔ ابرہہ نے اس مقصد کے لیے یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کرایا جس کا ذکر عرب مؤرخین نے اقلیس یا اقلیس یا اقلیس کے نام سے کیا ہے اور یونانی لفظ EKKLESIA کا معرب ہے اور اردو کا لفظ کلیسا بھی اسی یونانی لفظ سے ماخوذ ہے، محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ اس کام کی تکمیل کے بعد اُس نے شاہ حبش کو لکھا کہ میں عربوں کا حج کعبہ سے اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہ رہوں گا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اُس نے

یمن پر سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بعد عیسائیوں کی مسلسل یہ کوشش رہی کہ کعبہ کے مقابلے میں ایک دوسرا کعبہ بنائیں اور عرب میں اُس کی مرکزیت قائم کر دیں چنانچہ انہوں نے یمن میں بھی ایک کعبہ بنایا تھا جس کا ذکر ہم سورہ بروج حاشیہ ۴ میں کر چکے ہیں۔

یمن میں علی الاعلان اپنے اس ارادے کا اظہار کیا اور اس کی منادی کرا دی۔ اُس کی اس حرکت کا مقصد ہمارے نزدیک یہ تھا کہ عربوں کو غصہ دلائے تاکہ وہ کوئی ایسی کارروائی کریں جس سے اُس کو مکہ پر حملہ کرنے اور کیسے کو منہدم کر دینے کا بہانہ مل جائے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اُس کے اس اعلان پر غضبناک ہو کر ایک عرب نے کسی نہ کسی طرح کلیسا میں گُٹس کر رفع حاجت کر ڈالی۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ فعل ایک قرشی نے کیا تھا۔ اور مقاتل بن سلیمان کی روایت ہے کہ قریش کے بعض نوجوانوں نے جا کر اس کلیسا میں آگ لگا دی تھی۔ ان میں سے کوئی واقعہ بھی اگر پیش آیا ہو تو کوئی قابلِ تعجب امر نہیں ہے، کیونکہ ابرہہ کا یہ اعلان یقیناً سخت استعمال انگیز تھا اور قدیم جاہلیت کے دور میں اس پر کسی عرب، یا قرشی کا، یا چند قرشی نوجوانوں کا مشتعل ہو کر کلیسا کو گندا کر دینا یا اس میں آگ لگا دینا کوئی ناقابلِ فہم بات نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ ابرہہ نے خود اپنے کسی آدمی سے خفیہ طور پر ایسی کوئی حرکت کرائی ہو تاکہ اُسے مکہ پر چڑھانی کرنے کا بہانہ مل جائے اور اس طرح وہ قریش کو تباہ اور تمام اہل عرب کو مرعوب کر کے اپنے دونوں مقصد حاصل کر لے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی ہو، جب ابرہہ کے پاس یہ رپورٹ پہنچی کہ کعبے کے معتقدین نے اس کے کلیسا کی یہ توہین کی ہے تو اس نے قسم کھائی کہ میں اُس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک کعبے کو ڈھانڈو۔ اس کے بعد وہ ۶۱۰ھ یا ۶۱۱ھ میں ۶۰ ہزار فوج اور ۱۳ ہاتھی (اور بروایت بعض ۹ ہاتھی) لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں پہلے یمن کے ایک سردار ذؤنثہ نے عربوں کا ایک لشکر جمع کر کے اس کی مزاحمت کی، مگر وہ شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ پھر ششم کے علاقے میں ایک عرب سردار نضیل بن حبیب نخشمی اپنے قبیلے کو لے کر مقابلے پر آیا، مگر وہ بھی شکست کھا کر گرفتار ہو گیا اور اس نے اپنی جان بچانے کے لیے بدرقے کی خدمت انجام دینا قبول کر لیا۔ طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف نے محسوس کیا کہ اتنی بڑی طاقت کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے، اور ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ اُن کے مہجودلات کا مندر بھی تباہ نہ کر دے۔ چنانچہ اُن کا سردار مسعود ایک وفد لے کر ابرہہ سے ملا اور اس نے کہا کہ ہمارا نیت کدہ وہ معبد نہیں ہے جسے آپ ڈھانے آئے ہیں، وہ تو مکہ میں ہے، اس لیے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں، ہم مکہ کا راستہ تباہ کرنے کے لیے آپ کو بدرقہ فراہم کیے دیتے ہیں۔ ابرہہ نے یہ بات قبول کر لی اور بنی ثقیف نے ابو رغال نامی ایک آدمی کو اس

کے ساتھ کر دیا۔ جب مکہ تین کو س رہ گیا تو المغمس دیا المغمس، نامی مقام پر پہنچ کر ابو رغال مر گیا اور عرب مذقون تک اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔ بنی ثقیف کو بھی وہ سالہا سال تک طعنہ دیتے رہے کہ انہوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لیے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں سے تعاون کیا۔ محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مفدقہ الجیش کو آگے بڑھایا اور وہ اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ لے گیا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک ایچی کو مکہ بھیجا اور اس کے ذریعہ سے اہل مکہ کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے آیا ہوں۔ اگر تم نہ لڑو تو میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا نیز اس نے اپنے ایچی کو ہدایت کی کہ اہل مکہ اگر بات کرنا چاہیں تو ان کے سردار کو میرے پاس لے آنا۔ سب کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبد المطلب تھے۔ ایچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے۔ وہ چاہے گا تو اپنے گھر کو بچائے گا۔ ایچی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ اس قدر وجیہ اور شاندار شخص تھے کہ ان کو دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے اتر کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیجئے جاتا ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا، مگر آپ کی اس بات نے آپ کو میری نظر سے گرا دیا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ گھر جو آپ کا اور آپ کے دین آبائی کا مرجع ہے، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ انہوں نے کہا میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ رہا یہ گھر، تو اس کا ایک رب ہے، وہ اس کی حفاظت خود کر لے گا۔ ابرہہ نے جواب دیا وہ اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبد المطلب نے کہا آپ جانیں اور وہ جانے۔ یہ کہہ کر وہ ابرہہ کے پاس اٹھ آئے اور اس نے ان کے اونٹ واپس کر دیے۔

ابن عباس کی روایت اس سے مختلف ہے۔ اس میں اونٹوں کے مطالبے کا کوئی ذکر نہیں

ہے۔ عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن مرقویہ، حاکم، ابو نعیم اور بیہقی نے ان سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابرہہ الصقیف کے مقام پر پہنچا جو عرفات اور طائف کے پہاڑوں کے درمیان حدودِ حرم کے قریب واقع ہے، تو عبد المطلب خود اس کے پاس گئے اور اس سے کہا آپ کو یہاں تک آنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ کو اگر کوئی چیز مطلوب تھی تو یہیں کہلا بھیجتے، ہم خود لے کر آپ کے پاس حاضر ہو جاتے۔ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ یہ گھرانہ کا گھر ہے، میں اس کا امن ختم کرنے آیا ہوں۔ عبد المطلب نے کہا یہ اللہ کا گھر ہے، آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا ہے۔ ابرہہ نے جواب دیا ہم اسے منہدم کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ عبد المطلب نے کہا آپ جو کچھ چاہیں ہم سے لے لیں اور واپس چلے جائیں۔ مگر ابرہہ نے انکار کر دیا اور عبد المطلب کو جیچے چھوڑ کر اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

دونوں روایتوں کے اس اختلاف کو اگر ہم اپنی جگہ رہنے دیں اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں تو ان میں سے جو صورت بھی پیش آتی ہو، بہر حال یہ امر بالکل واضح ہے کہ مکہ اور اس کے آس پاس کے قبائل اتنی بڑی فوج سے لڑ کر کبے کو بچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے یہ بالکل قابل فہم بات ہے کہ قریش نے اس کی فراہمیت کی کوئی کوشش نہ کی۔ قریش کے لوگ تو جنگِ احزاب کے موقع پر مشرک اور یہودی قبائل کو ساتھ ملا کر زیادہ سے زیادہ دس بارہ ہزار کی جمعیت فراہم کر سکے تھے۔ وہ ۶۰ ہزار فوج کا مقابلہ کیسے کر سکتے تھے۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابرہہ کی لشکر گاہ سے واپس آ کر عبد المطلب نے قریش والوں سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں تاکہ ان کا قتل عام نہ ہو جاتے۔ پھر وہ اور قریش کے چند سردار حرم میں حاضر ہوئے اور کعبے کے دروازے کا کٹا پکڑ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اس کے خادموں کی حفاظت فرمائے۔ اس وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے، مگر یہ لوگ اس نازک گھڑی میں ان سب کو بھول گئے اور انہوں نے صرف اللہ کے آگے دستِ سوال پھیلا دیا۔ ان کی جو دعائیں تاریخوں میں منتقل ہوئی ہیں ان میں اللہ واحد کے سوا کسی دوسرے کا نام تک نہیں پایا جاتا۔ ابن ہشام نے سیرت میں عبد المطلب کے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں:

لا هُمَّ ان العبد يمنع رحله فامنع جلالك  
 خدا یا! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔

لا يغلبت صليبهم ومحالهم غدواً محالك

کل اُن کی صلیب اور اُن کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پاتے۔

ان كنت تاركهم وقبلتنا فامر ما بدأ لك

اگر تو ان کو اور ہمارے قبیلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر۔  
 سبیلی نے روض الانف میں اس سلسلے کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

وانصر على ال الصليب وعابديه اليوم آذلك

صلیب کی آل اور اس کے پرستاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد فرما۔  
 ابن جریر نے عبد المطلب کے یہ اشعار بھی نقل کیے ہیں جو اس موقع پر دعائیں گتے ہوئے  
 انہوں نے پڑھے تھے:

يارب لا ارجو لهم سواكا يارب فامنع منهم جماكا

اے میرے رب تیرے سوا میں اُن کے مقابلے میں کسی سے اُمید نہیں رکھتا۔ اے میرے رب ان سے  
 اپنے حرم کی حفاظت کر۔

ان عداؤ البيت من عاداكا امنعم ان يجر ذبوا قراكا

اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک۔  
 یہ دعائیں مانگ کر عبد المطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں میں چلے گئے، اور دوسرے روز  
 ابرہہ مکے میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھا۔ مگر اُس کا خاص ہاتھی محمود، جو آگے آگے تھا، بلیک  
 بیٹھ گیا۔ اس کو بہت تیر مارے گئے، آنکسوں سے کچوکے دیتے گئے، یہاں تک کہ اسے زخمی کر  
 دیا گیا، مگر وہ نہ ہلا۔ اُسے جنوب، شمال، مشرق کی طرف موڑ کر چلانے کی کوشش کی جاتی تو وہ دُور  
 لگتا، مگر مکے کی طرف موڑا جاتا تو وہ فوراً بیٹھ جاتا اور کسی طرح آگے بڑھنے کے لیے تیار نہ ہوتا تینے  
 میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنوں میں شکر نیے لیے ہوئے بجراہم کی طرف آئے اور انہوں نے اس شکر پر شکرینوں  
 کی بانٹ کر دی جس پر بھی یہ کنگر گرتے اُس کا جسم گلنا شروع ہو جاتا محمد بن اسحاق اور عکرمہ کی روایت ہے کہ یہ

چھپک کامرض تھا اور بلاد عرب میں سب سے پہلے چھپک اسی سال دیکھی گئی۔ ابن عباس کی روایت سے کہ جس پر کوئی کنکری گرتی اسے سخت کھجلی لاحق ہو جاتی اور کھجاتے ہی جلد بھٹتی اور گوشت جھڑنا شروع ہو جاتا۔ ابن عباس کی دوسری روایت یہ ہے کہ گوشت اور خون پانی کی طرح بہنے لگتا اور ٹہریاں نکل آتی تھیں۔ خود ابرہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اُس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا اور جہاں سے کوئی ٹکڑا گرتا وہاں سے پیپ اور لہو بہنے لگتا۔ افراتفری میں ان لوگوں نے یمن کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ فیصل بن عیب نخعی کو جسے یہ لوگ بدزقہ بنا کر بلادِ ششم سے پکڑ لائے تھے، تلاش کر کے انہوں نے کہا کہ واپسی کا راستہ بتاتے۔ مگر اُس نے صاف انکار کر دیا اور کہا:

ابن المشرق والاله الطالب والا شوم المغلوب لبس الغالب

اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے جبکہ خدا تعالیٰ کو رہا ہے اور تخطا ابرہہ مغلوب ہے، غالب نہیں ہے۔ اس بھگدڑ میں جگہ جگہ یہ لوگ گر کر مرتے رہے۔ عطاء بن یسار کی روایت ہے کہ سب کے سب اسی وقت ہلاک نہیں ہو گئے، بلکہ کچھ تو وہیں ہلاک ہوئے اور کچھ بھاگتے ہوئے راستے بھر گرتے چلے گئے۔ ابرہہ بھی بلادِ ششم پہنچ کر مر گیا۔

یہ واقعہ مَزْدَلِفَہ اور منیٰ کے درمیان وادیِ مُحَسَّب کے قریب مُحَسَّر کے مقام پر پیش آیا تھا۔ صحیح مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کا جو قصہ امام جعفر صادق نے اپنے والد ماجد امام محمد الباقر سے اور انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے اس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مَزْدَلِفَہ سے منیٰ کی طرف چلے تو مُحَسَّر کی وادی میں آپ نے زقار تیز کر دی۔ امام نووی اس

سے اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو صرف یہی سزا دینے پر اکتفا نہ کیا، بلکہ تین چار سال کے اندر یمن سے حبشی اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ فیل کے بعد یمن میں اُن کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی، جگہ جگہ یعنی سردار علم بغاوت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے، پھر ایک یمنی سردار سیف بن زئی یمن نے شاہ ایران سے فوجی مدد طلب کر لی اور ایران کی صرف ایک ہزار فوج جو چھ جہازوں کے ساتھ آئی تھی، حبشی حکومت کا خاتمہ کر دینے کے لیے کافی ہو گئی۔ یہ ۳۵۵ء کا واقعہ ہے۔



کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اصحاب الغیب کا واقعہ اسی جگہ پیش آیا تھا، اس لیے سنت یہی ہے کہ آدمی یہاں سے جلدی گزر جائے۔ موطاء میں امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ مزدلفہ پورا کا پورا ٹھیرنے کا مقام ہے، مگر محتر کی وادی میں نہ ٹھیرا جائے نضیل بن حبیب کے جو اشعار ابن اسحاق نے نقل کیے ہیں ان میں وہ اس واقعہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے۔

رُدَيْتُهُ لِرَايَتِ وَلَا تَرِيهَ      لَدَىٰ جَنْبِ الْمُحْصَبِ مَا رَأَيْنَا  
 اَسَے رُدَيْتُهُ کاش تو دکھتی، اور تو نہیں دیکھ سکے گی جو کچھ ہم نے وادی محصب کے قریب دیکھا۔  
 حَمَدَتْ اَللّٰهُ اِذَا بَصُرْتُ طَيْرًا      وَنَحَفْتُ حَجَارَةً تَلْقَىٰ عَلَيْنَا  
 میں نے اللہ کا شکر کیا جب میں نے پرندوں کو دیکھا اور مجھے ڈر لگا رہا تھا کہ کہیں پتھر ہم پر نہ آپریں۔  
 وَكُلُّ الْقَوَاهِ بِسِيَالٍ عَنِ نَقِيلِ      كَانَتْ عَلَيَّ لِلْحَبْشَانِ دَابِينَا

ان لوگوں میں سے ہر ایک نضیل کو ڈھونڈ رہا تھا، گویا کہ میرے اوپر حبشیوں کا کوئی قرض آتا تھا۔ یہ آنا بڑا واقعہ تھا جس کی تمام عرب میں شہرت ہو گئی اور اس پر بہت سے شعراء نے قصائد کہے۔ ان قصائد میں یہ بات بالکل نمایاں ہے کہ سب نے اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعجاز قرار دیا اور کہیں اشارتہ و کنایتہ بھی یہ نہیں کہا کہ اس میں اُن تبول کا بھی کوئی دخل تھا جو کعبہ میں پوچھے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر عبداللہ ابن الزبیر نے کہا ہے:

سَنَوْنَ الْقَالِمِ يُوْبُوْا اِمْرَهُمْ      وَلَمْ يَعِيْشْ بَعْدَ الْاَيَّامِ سَقِيْمَهَا  
 ۶۰ ہزار تھے جو اپنی سرزمین کی طرف واپس نہ جاسکے اور نہ واپس ہونے کے بعد ان کا بیمار (ابوہریرہ) زندہ رہا۔

كَانَتْ لِبِهَادٍ وَعَجْرِهِمْ قَبْلَهُمْ      وَاللّٰهُ مِنْ فَوْقِ الْعِبَادِ يَقِيْمَهَا  
 یہاں ان سے پہلے عادا اور عجز ٹھم تھے۔ اور اللہ بندوں کے اوپر موجود ہے جو اسے قائم رکھے ہوتے ہیں

ابوخلیس بن اسلمت کہتا ہے:

فَقُوصُوا فَصَلُّوا رَبِّكُمْ وَتَمَسَّعُوا      بَارَكَانِ هَذَا الْبَيْتِ بَيْنَ الْاِخْتَابِ

اٹھو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نگہ و منہ کی پہاڑیوں کے درمیان بیت اللہ کے کونوں کو مس کرو  
فلما اتاکم نصر ذی العرش دہم جنود الملئک بین ساق و حاصب  
جب عرش والے کی مدد تمہیں پہنچی تو اس بادشاہ کے لشکروں نے ان لوگوں کو اس حال میں پھیر  
دیا کہ کوئی خاک میں پڑا تھا اور کوئی شکسار کیا ہوا تھا۔

یہی نہیں بلکہ حضرت اُمّ حانی اور حضرت زبیر بن العوام کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش نے۔ اس سال داور بروایت بعض سات سال تک اللہ و خدا شریک  
کے سوا کسی کی عبادت نہ کی۔ اُمّ ہانی کی روایت امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی، حکم،  
ابن مردؤیہ اور بیہقی نے اپنی کتب حدیث میں نقل کی ہے۔ حضرت زبیر کا بیان طبرانی اور  
ابن مردؤیہ اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی تائید مزید حضرت سعید بن مسیب  
کی اس مُرسل روایت سے ہوتی ہے جو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے۔

جس سال یہ واقعہ پیش آیا، اہل عرب اُسے عام الفیل و ہاتھیوں کا سال کہتے ہیں،  
اور اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ محدثین اور مؤرخین کا  
اس بات پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اصحاب الفیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا تھا اور  
حضور کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ اکثریت یہ کہتی ہے کہ آپ کی ولادت واقعہ  
فیل کے ۵۰ دن بعد ہوئی۔

مقصود و کلام | جو تاریخی تفصیلات اوپر درج کی گئی ہیں ان کو نگاہ میں رکھ کر سورہ فیل پر غور  
کیا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس سورہ میں اس قدر اختصار کے ساتھ  
صرف اصحاب الفیل پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر کر دینے پر کیوں اکتفا کیا گیا ہے۔ واقعہ  
کچھ بہت پرانا نہ تھا۔ کئے کا بچہ بچہ اس کو جانتا تھا۔ عرب کے لوگ عام طور پر اس سے واقف  
تھے۔ تمام اہل عرب اس بات کے قائل تھے کہ ابرہہ کے اس حملے سے کعبے کی حفاظت کسی  
دیوی یا دیوتانے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔ اللہ ہی سے قریش کے سرداروں نے مدد کے  
لیے دعائیں مانگی تھیں۔ اور چند سال تک قریش کے لوگ اس واقعہ سے اس قدر متاثر رہے  
تھے کہ انہوں نے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی تھی۔ اس لیے سورہ فیل میں ان تفصیلات

کے ذکر کی حاجت نہ تھی، بلکہ صرف اس واقعے کو یاد دلانا کافی تھا تا کہ قریش کے لوگ خصوصاً، اور اہل عرب عموماً، اپنے دلوں میں اس بات پر غور کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ آخر اس کے سوا اور کیا ہے کہ تمام دوسرے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے، نیز وہ یہ بھی سوچ لیں کہ اگر اس دعوت حق کو دبانے کے لیے انہوں نے زور زبردستی سے کام لیا تو جس خدا نے اصحاب الفضیل کا تہنہس نہیں کیا تھا اسی کے عقاب میں وہ گرفتار ہونگے۔

## قرآن مجید

وہ عظیم المرتبت کتاب جو ملت اسلامی کے وجود کی محافظ ہے اور جس کا محافظ خود خدا ہے

مگر دوسرا حاضر میرے

پاکستان کے محقق جناب مولانا ظفر اقبال جی تیس سالہ عرق ریزی اور تحقیق کے بعد سیکرٹریٹ کی طرف سے شائع ہونے والا تجویدی قنوان مجید اپنی مثال نہیں رکھتا

آرٹ پیپر، اعلیٰ دورنگی طباعت، جلی حروف، مع پلاسٹک کور اور خوشنما ڈبے میں بند

سائز ۲۰ x ۳۰ صفحات ۱۰۳۴ - ہدیہ صرف ۳۲ روپے

ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

تجویدی قنوان سے مجید حاصلے کرنے کے لیے فون نمبر ۵۱۵-۷

ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ - لاہور کو آرڈر دیجیے